© rasailojaraid.com



# رمضان کیوں آیا ہے؟

مفتی محمد تقی عثمانی
نائب صدر جامعہ دار العلوم کراچی

اسلام سے باہر نظر دوڑا کر دیکھیے تو محسوس ہوگا کہ دنیا بھر کے فکری نظام کلیتہً انسان کے دماغ کو مخاطب کرتے ہیں اور مذہب وتصوف خالصتاً اس کے دل کو۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کی الگ الگ بادشاہت ہے جس پر وہ بلا شرکت غیرے حکمرانی کرتے ہیں اور دو بادشاہ نہ صرف یہ کہ ایک ''اقلیم'' میں نہیں سماتے بلکہ بسا اوقات ایک دوسرے سے برسر پیکار نظر آتے ہیں لیکن اسلام بیک وقت انسان کے دل ودماغ دونوں سے اس طرح خطاب کرتا ہے کہ ان کے درمیان کوئی رسہ کشی پیدا نہیں ہوتی کہ انہیں ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑا کردے۔ اس کے بجائے ابتداً یہ دونوں اپنی اپنی حدود متعین کر کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور بالآخر ایک دوسرے میں گھل مل کر اس طرح شیر وشکر ہوجاتے ہیں جیسے دو دریاؤں کا سنگم ایک حد پر جاکر دونوں کو یکجا کردیتا ہے یہ وہ مرحلہ ہے جہاں دل کو ''عشق ومحبت'' کے ساتھ ''سوچنا سمجھنا'' بھی آجاتا ہے اور دماغ میں ''سوچنے سمجھنے'' کے ساتھ ''عشق ومحبت'' کی صلاحیت بھی پیدا ہوجاتی ہے۔

اس لطیف حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس کی لطافت بیان سے زیادہ ادراک میں ہے اگر انسان قرآن کریم کی ان آیات پر غور کرے جن میں ''سوچنے سمجھنے'' کو دماغ کے بجائے ''قلوب'' کی صفت قرار دیا گیا ہے تو اس کلام الٰہی کے اعجاز کے آگے فصاحت وبلاغت کی پوری کائنات سجدہ ریز نظر آتی ہے۔ اللہ اکبر!

مختصراً یہ کہ اسلام کی تعلیمات عقل اور عشق کا ایک ایسا حسین آمیزہ ہیں کہ اگر ان میں سے کسی ایک عنصر کو بھی ختم کردیا جائے تو اس کا سارا حسن ختم ہوجاتا ہے اگر عقائد وعبادات کا نظام عقل سے بالکلیہ آزاد ہوجائے تو کوئی توہم پرست یا دیومالائی مذہب وجود میں آجاتا ہے اور اگر عقل کو وحی پر مبنی عقائد وعبادات سے آزاد کردیا جائے تو وہ کسی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسے خشک سیکولر نظریئے کو جنم دے کر رک جاتی ہے جو مادے کے اس پار دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے نیجہ دونوں صورتوں میں محرومی ہے کہیں جسم کے جائز تقاضوں سے کہیں روح کے حقیقی مطالبات سے۔ جب سے سیکولرازم کے مقابلے کی ضرورت کے تحت اسلام کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی تعلیمات پر ہمارے عہد کے مفکرین اور اہل قلم نے زیادہ زور دینا شروع کیا ہے اس وقت سے بعض حضرات نے شعوری یا غیر شعوری طور پر عقائد و عبادات کو پس منظر میں ڈال کر انہیں ثانوی حیثیت دے دی ہے اور انہیں وہ اہمیت دینا چھوڑ دیا ہے جو فی الواقع انہیں حاصل ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان ایک ''معاشی جانور (Economic Animal) ہو کر رہ گیا ہے اور اس کی ساری دوڑ دھوپ اس جسم کو پالنے پوسنے کی حد تک محدود ہے جو ایک نہ ایک دن مٹی میں مل جانے والا ہے۔ اسے روحانی ترقی کے ان مدارج کی کوئی فکر نہیں جو در حقیقت انسان کو دوسرے جانوروں سے ممتاز کرتے ہیں اور جن کی بدولت وہ مٹی سے ملنے کے باوجود بھی زندہ جاوید رہتا ہے۔

جو لوگ مادی منافع اور نفسانی لذتوں ہی کو اپنا سب کچھ سمجھتے ہیں ذرا ان کی اندرونی زندگی میں جھانک کر دیکھئے وہ راحت و آرام کے سارے اسباب و وسائل اپنے پاس رکھنے کے باوجود ''سکون قلب'' کی دولت سے کتنے محروم ہیں؟

اس لئے کہ انہوں نے اپنے گرد و پیش میں جو دنیا بنائی ہے وہ چاہے دنیا کے سارے خزانے لا کر ان کے قدموں پر ڈھیر کر سکتی ہو لیکن قلب کو سکون اور روح کو قرار بخشنا اس کے بس کی بات نہیں۔ یہ خدا نا آشنا زندگی کا لازمی خاصہ ہے کہ اس کے شیدائی ایک انجانی سی بے قراری کا شکار رہتے ہیں۔ اس بے قراری کا ایک کرب انگیز پہلو یہ ہے کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بے قرار کیوں ہیں؟ وہ ہمہ وقت اپنے دل میں ایک نامعلوم اضطراب اور پراسرار کسک محسوس کرتے ہیں لیکن یہ اضطراب کیوں ہے، کس لئے ہے، وہ نہیں جانتے۔

انسان اس کائنات کا خالق و مالک نہیں وہ کسی کی مخلوق ہے۔ اس کا مقصد زندگی ہی یہ ہے کہ وہ کسی کی بندگی کرے۔ اس لئے اس کی فطرت یہ چاہتی ہے کہ وہ کسی لافانی ہستی کے آگے سرنگوں ہو، اس کی عظمتوں پر اپنے عجز و نیاز کی پونجی نچھاور کرے، مصائب میں اس کے نام کا سہارا لے، اسے مدد کے لئے پکارے اور زندگی کے مشکل ترین لمحات میں اس کی توفیق سے رہنمائی حاصل کرے۔ آج کی مادہ پرست زندگی اسے خواہ دنیا کی ساری نعمتیں عطا کر سکتی ہو لیکن اس کی اس فطری خواہش کی تسکین نہیں کر سکتی۔ انسان کی یہ فطرت بعض اوقات نفسانی خواہشات کے انبار میں دب تو جاتی ہے لیکن مٹتی نہیں اور یہی وہ چھپی ہوئی فطری خواہش ہے جو اسے کیف و نشاط کے سارے وسائل مل جانے کے باوجود آرام نہیں لینے دیتی اور بعض اوقات اس کی زندگی کو اجیرن بنا کر چھوڑتی ہے۔

یوں زندگی گزار رہا ہوں تیرے بغیر — جیسے کوئی گناہ کئے جا رہا ہوں میں

اسلام کی تعلیمات میں ''عبادات'' کا شعبہ اسی مقصد کے لئے رکھا گیا ہے کہ اگر ان پر ٹھیک ٹھیک عمل کر لیا جائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو عبادات کے یہ طریقے انسان کی روح کو حقیقی غذا فراہم کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رشتے کو مضبوط اور مستحکم بناتے ہیں اور جسم و روح کے تقاضوں میں توازن پیدا کر کے انسان کو ایک ایسے نقطۂ اعتدال تک پہنچاتے ہیں جو در حقیقت سکون و اطمینان کا دوسرا نام ہے۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

''ترجمہ: یاد رکھو! اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔''

رمضان کا مقدس مہینہ ہر سال اس لئے آتا ہے کہ سال کے گیارہ مہینے انسان اپنی مادی مصروفیات میں اتنا منہمک رہتا ہے کہ وہی مصروفیات اس کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہیں اور اس کے دل پر روحانی عمل سے غفلت کے پردے پڑنے لگتے ہیں، عام دنوں کا حال یہ ہے کہ چوبیس گھنٹے کی مصروفیات میں خالص عبادتوں کا حصہ بہت کم ہوتا ہے اور اس طرح انسان اپنے روحانی سفر کی بہ نسبت پیچھے رہ جاتا ہے۔ رمضان کا مہینہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس مبارک مہینے میں وہ جسمانی غذا کی مقدار کم کر کے روحانی غذا میں اضافہ کر دے اور اپنے جسمانی سفر کی رفتار ذرا دھیمی کر کے روحانی سفر کی رفتار بڑھا دے اور ایک مرتبہ پھر دونوں کا توازن درست کر کے اس نقطۂ اعتدال پر آجائے جو اس زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اگر ذرا غور سے دیکھیں تو اسی نقطۂ اعتدال پر پہنچنے کی مسرت ہے جس کا جشن ''عید الفطر'' کی صورت میں مقرر کیا گیا ہے۔

لہٰذا رمضان المبارک صرف روزے اور تراویح ہی کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ انسان اس مہینے میں نفلی عبادات کی طرف بھی خصوصی توجہ دے اور اس کی حق تلفی کئے بغیر اگر اپنے اوقات کو مادی مصروفیات سے فارغ کر سکتا ہے تو انہیں فارغ کر کے زیادہ سے زیادہ نوافل، تلاوت اور ذکر و تسبیح میں صرف کرے۔

''کسی کی حق تلفی کئے بغیر'' میں نے اس لئے کہا کہ اگر کوئی شخص کہیں ملازم ہے تو ڈیوٹی کے اوقات میں اپنے فرائض منصبی چھوڑ کر نفلی عبادات میں مشغول ہونا شرعاً جائز نہیں۔ البتہ اگر اس کے پاس اپنے فرائض منصبی سے متعلق کوئی کام نہیں ہے اور وہ خالی بیٹھا ہوا ہے تو بات دوسری ہے۔

لیکن کسی کی حق تلفی کئے بغیر بھی رمضان میں اپنی مادی مصروفیات ہر شخص کچھ نہ کچھ ضرور کم کر سکتا ہے اور اپنے آپ کو ایسے مشاغل سے فارغ کر سکتا ہے جو یا تو غیر ضروری ہیں یا انہیں مؤخر کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح جو وقت ملے اسے نفل عبادتوں، ذکر اور دعا میں صرف کرنا چاہئے۔

اس کے علاوہ جو بات سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ رمضان کے دن میں انسان جب روزے کی حالت میں ہوتا ہے تو وہ کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی کے تقاضے سے وہ چیزیں ترک کر دیتا ہے جو عام حالات میں اس کے لئے حلال تھیں اب یہ کتنی ستم ظریفی کی بات ہوگی کہ انسان روزے کے تقاضے سے حلال کام تو


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترک کردے لیکن وہ کام بدستور کرتا رہے جو عام حالات میں بھی حرام ہیں۔ لہٰذا اگر کھانا پینا چھوڑ دیا مگر جھوٹ، غیبت، دل آزاری، رشوت ستانی وغیرہ جو ہر حالت میں حرام کام تھے وہ نہ چھوڑے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایسا روزہ انسان کی روحانی ترقی میں کتنا مددگار ہوسکتا ہے؟

لہٰذا رمضان المبارک میں سب سے زیادہ اہتمام اس بات کا ہونا چاہئے کہ آنکھ، زبان، کان اور جسم کے تمام تر اعضاء ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ رہیں، اپنے آپ کو اس بات کا عادی بنایا جائے کہ کوئی قدم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہ اٹھے۔

رمضان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ایک دوسرے کی غم خواری کا مہینہ'' قرار دیا ہے۔ اس مہینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ وخیرات بھی بہت کثرت سے کیا کرتے تھے۔ اس لئے رمضان میں ہمیں بھی صدقہ وخیرات، دوسروں کی ہمدردی اور ایک دوسرے کی معاونت کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔

یہ صلح وصفائی کا مہینہ ہے لہٰذا اس میں جھگڑوں سے اجتناب کا بھی خاص حکم دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ''اگر کوئی شخص تم سے لڑائی کرنا چاہے تو اس سے کہہ دو کہ میں روزے سے ہوں۔'' خلاصہ یہ ہے کہ رمضان صرف سحری اور افطاری کا نام نہیں بلکہ یہ ایک تربیتی کورس ہے جس سے ہر سال مسلمانوں کو گزارا جاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا تعلق اپنے خالق ومالک کے ساتھ مضبوط ہو، اسے ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنے کی عادت پڑے، وہ ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے اپنے اخلاق رذیلہ کو کچلے اور اعلیٰ اوصاف واخلاق اپنے اندر پیدا کرے۔ اس کے اندر نیکیوں کا شوق اور گناہوں سے پرہیز کا جذبہ پیدا ہو اس کے دل میں خوف خدا اور فکر آخرت کی شمع روشن ہو جو اسے رات کی تاریکی اور جنگل کے ویرانے میں بھی غلط کاریوں سے محفوظ رکھ سکے۔ اسی کا نام تقویٰ ہے اور قرآن کریم نے اسی کو روزوں کا اصل مقصد قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔''

جو شخص ''تقویٰ'' کے اس تربیتی کورس سے ٹھیک ٹھیک گزر جائے اس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری عطا فرمائی ہے۔ ''جس شخص کا رمضان سلامتی سے گزر گیا اس کا پورا سال سلامتی سے گزرے گا۔'' اس سے معلوم ہوا کہ رمضان ہمیں سال بھر کی سلامتی سے ہمکنار کرنے کے لئے آیا ہے، بشرطیکہ ہم سلامتی چاہتے ہوں اور یہ سلامتی حاصل کرنے کے لئے اس ماہ مقدس کا استقبال اور اکرام واعزاز کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین۔

☆......☆......☆



© rasailojaraid.com